

تعریف حاکم کیلئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی  
اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق

# مرقاۃ الجمان فی المہیوط عن منبر لمدح سلطان

۱۳۲۰ھ

تصنیف لطیف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

## ۲۰ مرقاة الحمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان (تعریف حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق)

۱۳ مسئلہ از احمد آباد گجرات محلہ چکلا کالوپور متصل پل گلیارہ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب  
۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جرابوں میں کون سا جواب اسی بالقبول ہے ؟  
سوال : علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں خطیب کو خطبہ ثانی  
میں منبر سے ایک سیڑھی اترنا اور پھر چڑھنا یا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں ؟ بدینو البسند الکتاب و  
توجروا فی یوم الحساب۔

الجواب هو الصواب : صورت مسئلہ میں خطیب کو سیڑھی اترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے  
جیسا کہ شامی جلد اول صفحہ ۸۶۰ میں مذکور ہے :

قال ابن حجر فی التحفة وبحث بعضهم  
ان ما اعتيد الان من النزول في الخطبة  
الثانية الى درجة سفلى ثم العود بدعة قبيحة  
ابن حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے یہ بحث کی ہے  
کہ یہ جو عادت بنائی گئی ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت  
منبر کی نچلی سیڑھی اور پھر دوبارہ اوپر والی سیڑھی پر

شنیعہ - واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ چلا جانا بدترین بدعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
محمد عیسیٰ عفی عنہ۔ الحبيب مصیب عند اللہ عبد الرحمن ولد مولوی محمد عیسیٰ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہم ارنالحق وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔  
اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت ہی مہربان اور رحم والا ہے، اے اللہ! ہمیں حق دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق دے اور ہمیں باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ (ت)

مجیب لبیب نے زینہ اترنے کا ناجائز ہونا بلکہ بدعت شنیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جو ان کی کتاب تحفہ میں ہے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز ناجائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت شنیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے، طریقہ محمدیہ کی شرح میں لکھا ہے،

ان المسئلة الواقعة متى امکن تخريجها یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے حنفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا انکار کرنا اور اس سے منع کرنا واجب ہو بلکہ ایسا اس منکر کیلئے،

جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو انتہی مختصراً (ت)  
اب اہل الفصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ اس زینہ اترنے کی وجہ کیا ہے، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ نو لکھنؤ میں تحریر فرماتے ہیں،

میدانید کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین کہ در زینہ پایہ سہ فرد آدمی خوانند و ہمیش چہیست اس تواضعیست کہ سلاطین عظام نسبت باں سرور و بخلفاے راشدین علیہم الصلوٰت والتسلیم نموده اند و جائز نداشتہ اند کہ اسامی ایشان با اسامی اکابر دین در یک درجہ مذکور شود شکر اللہ سعیدہم انتہی۔

علامہ حسین کاشفی مولف تفسیر حسینی اپنی کتاب "ترغیب الصلوٰۃ" میں فرماتے ہیں،

۱۔ رد المحتار	باب الحجۃ	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	۶۰۸/۱
۲۔ طریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ	النوع الثالث الثلاثون	مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	۳۰۹/۲
۳۔ مکتوبات امام ربانی	مکتوب نود و دوم	مطبوعہ نو لکھنؤ	۱۶۲/۲

ازاں پایہ منبر کہ حمد و ثناء و ذکر خلفائے کرام کردہ نشیب آید و ذکر دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالا رفته خطبہ باقیہ تمام کند انتہی۔

مطلب عبارت مکتوبات کا یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی جان لیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو نیچے کے زینے منبر پر اتر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، آنجناب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تواضع و فروتنی ہے کہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں نے بہ نسبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے راشدین اہل سرور کائنات علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کی ہے اور ان بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں کھی ہے کہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسمی اکابر دین کے ایک درجہ میں مذکور ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الہامی اُن نیکبخت بادشاہوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں کی کوشش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور مطلب عبارت "ترغیب الصلوٰۃ" کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینہ معلومہ پر حمد و ثناء و ذکر پڑھ کر اور ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کر کے نیچے کے زینہ پر خطیب آئے اور ذکر دعائے سلطان کر کے جب دعائے سلطان تمام ہو جائے پھر اوپر کے زینہ پر پڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے۔

اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے حنفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اُترنے کے لئے ملا حسین کاشفی حنفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ بوجہ مذکور الصدر کے یہ زینہ اُترنا جاری ہوا ہے اب جو علماء اس کو بدعت قبیحہ شنیعہ فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بدعت قبیحہ و منکر مطابق عبارت شرح طلیقہ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور مانحن فیہ میں خود ہمارے حنفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اُترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اُس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اُترنا بدعت کیسے ہوا، ہاں جو علماء اس کو بدعت قرار دیتے ہیں حنفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت کریں یا کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینہ اُترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحتاً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو تو اس سے منع کرنا واجب ہوگا ورنہ خطر الفتاد (جکلس کے آگے مضبوط رکاوٹ ہے۔ ت) اور جو علماء اس زینہ اُترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں اُن پر یہ بات ضرور ہے کہ اس کا بدعت قبیحہ شنیعہ ہونا ثابت کریں، مرقاة شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۷۹ میں ہے :



قال الشافعي رحمه الله تعالى ما احدث مما يخالف الكتاب او السنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخير مما لا يخالف شيئا من ذلك فليس بمذموم انتهى -

یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو ایسی چیز نکالی جائے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اجماع امت کے مخالف ہو وہ بدعت ضلالت و بدعت قبیحہ شنیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جائے کہ وہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے انتہی بلکہ وہ بدعت حسنہ ہے بالجملہ فعل بدعت غیر مذمومہ میں جن کے اقسام ششہ مشہورہ اثنی واجبہ، مندوبہ و مباحہ ہیں ان میں سے ایک مذمومہ داخل ہے۔

اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ زینہ اُترنا کون سی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریف کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے۔ جب ان ادلہ مذکورہ کے خلاف نہ ہو اتر مطابق فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت نہ ہوا اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول "وما احدث من الخیر مما لا یخالف شيئا من ذلك فليس بمذموم" (جو ایسی نیکی ایجاد کی جائے جو مذکورہ اشیاء، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اقوال صحابہ اور اجماع امت) کے خلاف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہوتی۔ ت میں داخل ہوا اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینہ اُترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ کہنا مردود و مطرود ہو گیا، عاقل منصف کے لئے اشارہ کافی ہے،

هذا ما عندی واللہ اعلم و علمہ جل مجدہ  
اتم واحکم۔

یہ میرے نزدیک ہے اور اللہ سب سے خوب جانتے والا ہے اور اس کا علم اتم اور کامل ہے۔ (ت)

حرره الفقير الى ربه القديم عبد الرحيم عفي عنه  
الحمد لله المنزل القرآن المبين : على  
عارج معارج التقريب المبين صلي الله تعالى  
عليه وآله وصحبه اجمعين : اليه يصعد  
الكلم الطيب والحمد لله رب العلمين :

سب تعریف اللہ کے لئے جس نے قرآن مبین اس ذات اقدس پر نازل فرمایا جو لامکان کی بلندیوں پر فائز ہوتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین، اور اسی کی طرف مبارک کلمات بلند ہوئے ہیں، الحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

## الجواب

**اقول** وباللہ التوفیق کسی فعلِ مسلمین کو بدعتِ شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے انھوں نے اس سے منع فرما دیا ہے، اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و مستحقِ عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عزت و عظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی سچی خیر خواہی و محبت کے لیے حکم پر عزت و روادار کے گاجب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی و دافی نہ مل جائے۔

قال اللہ تعالیٰ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا تم ایسی بات

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (ت)

کیا اللہ عز و جل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو، دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ ہیں اور ہمارے لئے قول مجتہد صرف ایسی ہی جگہ علامتے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اُس مسئلے کو یونہی نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحت بتاتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اسی کے قلم رہے وَلَیَّ حَازَہَا مِنْ تَوَاقُی قَاتَہَا (معاملہ کے گرم حال کو بھی اس کے سپرد کر دو جو سرد حال کا مالک ہے یعنی اچھا پہلو جس کے سپرد کیا ہے بُرا پہلو بھی اسی کے سپرد کر دیا جو نفع اٹھاتا رہا وہی بوجھ اور نقصان بھی اٹھائے۔ اہل عرب کے نزدیک گرم چیز بُری اور ٹھنڈی چیز اچھی سمجھی جاتی ہے، حاز العمل سخت اور کٹھن کام، اور قات العمل آسان کام۔ ت) اگر ایسا نہ کوئی اُسے بطور جزم لکھ جاتا ہے تو اُس پر گرفت ہوتی ہے کہ سابقہ اساق المنقول فی المذہب یہ اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا گویا مذہب میں منقول ہے خود اسی رد المحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق برتا، یہ نہ فرمایا کہ نزول و صعود ممنوع یا بدعت شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرما دیا کہ ماخذ مسئلہ متمیز رہے منقول فی المذہب ہو نہ درکنار اپنے کسی عالم مذہب کا نہ کوئی سمجھا جائے وہی تحفظ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ملحوظ رکھا، مسئلے کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو بلکہ فرمایا بحث بعضہم بعض نے یوں بحث کی ہے، بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحت کسی کلمہ نامخصوصہ مذہب کے

تحت میں داخل ہو کہ ایسے کلیات سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں؟ جواب ہوگا کہ حرام، یہ صورت خاصہ اگرچہ اصل کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز بحث فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کلیہ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جو ارتضاع ہو موجب تحریم ہے تو ثابت ہو کہ علامہ شامی یا امام ابن حجرؒ اسے کسی کلیہ مذہب کے نیچے بھی صراحتہ داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجر و بحث بعضہم (ابن حجر نے کہا اور اس میں بعض نے بحث کی ہے۔ ت) پر اکتفا نہ کرتے، پھر بعضہم (کم از کم۔ ت) کے لفظ نے اور ابی اشعرا کی کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علما اس کے مخالف ہیں یا لا اقل ان کی موافقت ثابت نہیں، خود علامہ شامی نے اسی رد المحتار میں اس اشارہ و اشعار کی جا بجا تصریح کی، درمختار میں نظم القرائۃ سے نقل کیا: ص  
واعتاقہ بعض الاثمۃ ینکولہ  
(بعض ائمہ کا اسے آزاد قرار دینا ناپسند ہے۔ ت)

اس پر علامہ شامی نے اعتراض نقل فرمایا: مفہوم قولہ بعض الاثمۃ ینکولہ نہ یجوزہ اکثرہم ولم ینقل ذلك الخ  
کہ اکثر نے اسے جائز قرار دیا ہے الخ (ت)  
بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اس قول کی بے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے، درمختار کتاب النصب میں تھا: اختار بعضہم الفتویٰ علی قول الکسجی فی  
نہ ماننا کیہ  
شامی نے کہا،

هذا من كلام الزيلعي اتي به لا شعرا هذا  
التعبير بعدم اعتمادہ (ملخصاً)  
یہ امام زیلعی کا کلام ہے ان کی یہ تعبیر واضح کر رہی ہے  
کہ یہ معتد نہیں (ملخصاً)۔ (ت)

۲۶۴/۲	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	کتاب النصب	۱۔ درمختار
۳۳۹/۵	مصحف البابی مصر	"	۲۔ رد المحتار
۲۰۶/۲	مطبوعہ مجتہبی دہلی	کتاب الغصب	۳۔ درمختار
۱۳۳/۵	مصحف البابی مصر	"	۴۔ رد المحتار

در مختار فصل صفة الصلوة میں تھا :

لو بقی حرف او کلمة خاتمه حال الانحناء  
لا باس به عند البعض منية المصلي  
اگر ایک حرف یا کلمہ رہ گیا تھا جو نماز میں چمکنے کی حالت  
میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک اس میں کوئی عرج  
نہیں، غیۃ المصلی - (ت)

شامی نے لکھا :

قوله لا باس به عند البعض اشار بهذا  
الى ان هذا القول خلاف المعتقد الخ  
قوله "بعض کے نزدیک کوئی عرج نہیں" اس بات  
کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ قول معتد کے خلاف  
ہے الخ (ت)

اس تقریر منیر سے بھدا اللہ تعالیٰ روشن ہو گیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اس دعوے  
جزم بکرم عدم جواز کے اصلاً مساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے اب رہی بعض کی بحث،  
اقول اولاً وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول الماخذ کیا قابل استناد بھی نہیں، اسی  
رد المحتار کتاب النکاح باب الولی میں ہے،

قول المعدل ساریت فی موضع الخ لایکفی  
فی النقل لجهالتہ۔  
صاحب معراج کا قول کہ میں نے کسی جگہ پڑھا ہے الخ  
ان کے عدم علم کی وجہ سے نقل کے لئے کافی نہیں (ت)

ثانیاً محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور متقلدین صرف کہ کسی طبقہ اجتہاد میں ہو  
نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں نہ دوسرے پر ان کی بحث حجت ہو سکتی ہے والا لکان تقلید مقلد و هو  
باطل اجماعاً (ور نہ یہ مقلد کی تقلید ہو جائے گی اور وہ بالاتفاق باطل ہے - ت)

ثالثاً اس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں،

اگر کیے حادث ہے اقول مجرد حدوث احلاً نہ شرعاً دلیل منع، نہ اس کی حجیت، علامہ شامی نہ امام  
ابن حجر نہ ان بعض کسی کو تسلیم - رد المحتار میں ہے،

صاحب بدعت ای محرمۃ والا فقد نکون  
صاحب بدعت محرم ہوگا ورنہ کبھی بدعت واجبہ

۱/۴۵	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی	واذا اراد الشروع فی الصلوة	۱ در مختار
۱/۳۶۴	مصطفیٰ البابی مصر	" " "	۲ رد المحتار
۲/۳۳۹	" " "	کتاب النکاح، باب الولی	۳ " "



واجبة كنصب الادلة للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومنذوبة كاحداث نحو سباط ومدرسة و كل احسان لم يكن في الصدر الاول ومكرهة كزخرفة المساجد ومباحة كالوسع بلديذ الباكل والمشارب والثياب كما في شرح الجامع الصغير للمناوي عن تهذيب النووي ومثله في الطريقة المحمدية للبركوي.

ہوئی ہے جیسے کہ گمراہ فرقوں کی گمراہی کا رد کرنے کے لئے دلائل قائم کرنا اور علم نحو کا سیکھنا جو کتاب وسنت کی تفہیم کے لئے ضروری ہے اور کبھی مستحب ہوگی جیسے کہ سرائے اور مدرسہ اور ہر وہ نیکی کا کام جو پہلے دور میں نہ تھا اور کبھی مکروہ ہوگی جیسے مساجد کو مزین کرنا، اور مباح ہوگی جیسے کھانے پینے اور لباس میں وسعت اختیار کرنا جیسا کہ امام مناوی نے شرح جامع صغیر میں تہذیب نووی سے بیان کیا، اور برکوی کی طریقہ محمدیہ میں بھی اسی طرح ہے۔ (ت)

امام ابن حجر فتح المبین میں فرماتے ہیں :  
الحاصل ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك.

حاصل یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے، میلاد شریف کرنا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع بھی بدعت حسنہ ہی ہے۔ (ت)

نور اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شنیعہ سے مقید کرنا مشعر ہے کہ نفس بدعت مستلزم قبح و شناعة نہیں معنہ ذایوں تو وہ محل جس پر یہ نزول و صعود ہوتا ہے یعنی ذکر سلاطین خود ہی بدعت تھا تو اس نزول و صعود کے ساتھ تخصیص کلام کی وجہ نہ تھی، اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز،

ثم يبدع سلطان الزمان بالعدل والاحسان متجنباً في مدحه عما قالوا انه كفر و خسران كما في الترغيب وغيره.

پھر بادشاہ وقت کے لئے یہ دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے عدل و احسان کی توفیق دے لیکن بادشاہ کی مدح سرائی سے اجتناب کرے کیونکہ علمائے کبار نے کہا ہے کہ ایسا کرنا کفر اور خسارہ ہے جیسا کہ ترغیب وغیرہ میں ہے (ت)

فرمایا :  
اشار الشارح بقوله "جوز الى حمل قوله" شارح نے "یہ جائز ہے" کہہ کر اس طرف اشارہ

لہ ردالمحتار باب الامامة مطلب البدعة خمسة اقسام مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۴۱۴

لہ فتح المبین باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۹۹

ثم يدعو على الجواز لا النذب لانه حكم شرعي لا بد له من دليل وقد قال في البحر انه لا يستحب لما روى عن عطاء رضى الله تعالى عنه حين سئل عن ذلك فقال انه محدث واذا كانت الخطبة تذكيرا اه ولا مانع من استحبابه فيها كما يدعى لعموم المسلمين فان في صلاحه صلاح العالم وما في البحر من انه محدث لا ينافيه فان سلطان هذا الزمان احوج الى الدعاء له ولا مراعاة بالصلاح والنصر على الاعداء وقد تكون البدعة واجبة او مندوبة اه مختصرا.

كبرنك اس دور میں بادشاہ اور اس کے رفقاء اس دُعا کے زیادہ محتاج ہیں کہ ان کی اصلاح ہو اور وہ دشمن پر غالب آئے اور بعض اوقات بدعت واجب یا مندوب ہوتی ہے اہ مختصراً (د ت)

اگر کئے زیادت علی السنۃ ہے اقول یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عین کریمین و بتول زہرا و یحییٰ بن اسمعیل مصطفیٰ و ستہ باقیہ من العشرۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و علیہم السلام سب زیادت علی سنۃ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹھہریں گے، زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتبار سنت ہو ورنہ باعتبار اباحت یا ندب زیادت نہیں۔ در مختار بیان سنن الوضو میں ہے،

لو زاد لطماینت القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا بأس به وحديث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد

اگر کسی نے (تین سے) زائد بار اعضاء کو دھویا اور مقصد اطمینان قلب یا وضو پر وضو تھا تو اس میں کوئی عرج نہیں، باقی فرمان نبویؐ ایسا کرنے والے نے نیا دتی کی "اعتقاد (کہ اس کے بغیر وضو نہیں ہوتا) پر محمول ہے۔ (د ت)

اسی رد المحتار میں بدائع امام ملک العلماء سے ہے :

الصحيح انه محمول على الاعتقاد دون  
نفس الفعل حتى لو زاد ونقص واعتقد ان  
الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد

صحیح یہ ہے کہ یہ اعتقاد پر محمول ہے نفس فعل پر نہیں  
حتیٰ کہ اگر کسی نے اضافہ کر لیا یا کمی کی مگر عقیدہ یہ تھا  
کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو اسے وعید لاحق  
نہ ہوگی۔ (ت)

خود علامہ شامی فرماتے ہیں :

اقول قد تقدم ان المنهى عنه في حديث  
قد تعدى محمول على الاعتقاد عندنا كما  
صرح به في الهداية وغيره وقال في البدائع  
انه الصحيح حتى لو زاد ونقص واعتقد ان  
الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد (ان قال  
ان من اسرف في الوضوء بماء النهر مثلاً  
مع عدم اعتقاد سنة ذلك نظير من صلا  
اناءً من النهر ثم افرغه فيه وليس في ذلك  
محدور سوى انه عبث لا فائدة فيه وهو  
في الوضوء نرا ند على المأمور به فلذا سمى  
في الحديث اسرافاً قال في القاموس الاسراف  
التبذير او ما انفق في غير طاعة ولا يلزم  
من كونه نرا ند على المأمور به وغير طاعة  
ان يكون حراماً نعم اذا اعتقد سنيند يكون  
قد تعدى وظلم لا اعتقاده ما ليس بقربة  
قربة فاذا حمل علماً ونا المنهى على ذلك

میں کہتا ہوں کہ پہلے گزرا کہ ہمارے نزدیک فرمان نبوی  
"اس نے زیادتی کی" میں ممنوع اعتقاد ہے جیسا  
کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے ، اور بدائع میں ہے کہ  
صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے اضافہ کیا یا کمی کی اور اعتقاد  
یہ رکھا کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو وہ گنہ گار نہ ہوگا  
(آگے چل کر کہا کہ) وہ شخص جو نہر کے پانی میں وضو کرتے  
ہوئے اسراف کرتا ہے لیکن اس کے سنت ہونے کا  
اعتقاد نہیں رکھتا یہ اس شخص کی طرح ہی ہے جس نے  
نہر سے برتن بھرا پھر اس میں واپس ڈال دیا ، تو اس  
میں کوئی قباحت نہیں سوائے اس کے یہ عمل عبث  
ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ مأمور بہ وضو میں زائد  
شیء ہے پس اسی لئے حدیث میں ایسے کو اسراف کا  
نام دیا گیا ہے۔ قاموس میں ہے اسراف ، فضول خرچی  
یا ایسی جگہ خرچ کرنا ہے جو مقام طاعت کے علاوہ  
ہو ، مأمور بہ سے زائد یا مقام طاعت کے علاوہ  
خرچ کرنے سے اس کا حرام ہونا لازم نہیں آتا البتہ

اگر کہنے اس میں اندیشہ ہے کہ عوام سنت سمجھ لیں گے **اقول** اولاً وہی نقوض ہیں کہ نفس اذکار بھی سنت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعت قبیحہ شنیعہ کر دیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب، بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہئے کہ علماء کبھی کبھی اُسے بھی ترک کر دیں تاکہ عوام سنت نہ سمجھ لیں، اسے ناجائز و بدعت قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ! فقیر غفر المولیٰ القدر نے اپنی کتاب **سراشقة الكلام حاشية اذاعة الاثام** میں اس کی بکثرت تصریحات **امّ دین و علمائے معتبرین خفیہ و شافعیہ و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین** سے نقل کیں، اسی ردالمحتار میں فتح القدر سے ہے:

مقتضى الدليل عدم المداومة لا المداومة  
على الترك فان لزوم الايهام ينشئ بالتارك  
احيانا اھ باختصار  
دلیل کا نقض عدم مداومت ہے نہ کہ ترک پر مداومت  
کیونکہ کبھی کبھار ترک سے لازم و واجب ہونے  
کی نفی ہو جاتی ہے اھ باختصار (ت)

اب نہ رہا مگر ادعائے عبث کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عبث ہر جگہ مکروہ ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل مجیب دوم سلمہ نے بروجہ کافی نقل کر دیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہو گئی اور تو ہم عبث زائل ہو گیا۔

**وانا اقول** وبالله التوفيق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) جن اعصار و امصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ و دقیقہ جلیلہ اصول شرعی سے ناشی ہو سکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید و مهم قرار پاتا اور بحث باحث کا اصلاً پتا نہیں رہتا ہے خطبے میں ذکر سلاطین اگرچہ محدث ہے مگر شعار سلطنت قرار پا چکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سکہ و خطبہ جاری ہے، سلطنت اسلامی میں اگر خطیب ذکر سلطان ترک کرے مورد عقاب ہوگا، مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بقدر اندیشہ فتنہ موکہ بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے، اسی ردالمحتار میں اسی مسئلہ ذکر سلطان میں ہے:

وايضاً فان الدعاء للسلطان على المنابر  
قد صار الآن من شعار السلطنة فمن تركه  
يخشى عليه ولذا اقال بعض العلماء لوقيل  
ان الدعاء له واجب لماف تركه  
سلطان کے لئے منبر پر دعا کرنا بھی اب سلطنت کے  
شعار میں سے ہو گیا ہے، جو اسے ترک کرے گا  
اس پر نقصان کا خدشہ ہے، اس لئے بعض علماء  
نے فرمایا کہ اس میں کوئی بُعْد نہیں اگر یہ کہہ دیا جائے



من الفتنة غالباً لم يعد كما قيل به في قیام الناس بعضهم لبعض  
 کہ سلطان کے لئے دُعا کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے ترک پر غالباً فتنہ اُٹھنے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں کے بعض کے لئے قیام کے بارے میں کہا گیا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ صد ہا سال سے اکثر سلاطینِ زمانِ فسادِ قیام اس کا فتنی اور کچھ نہ ہو تو حدودِ شرعیہ یک لخت اُٹھا دینا اور خلافتِ شریعتِ مطہرہ طرح طرح کے ٹیکس اور جُرمات لگانا کیا تھوڑا ہے، اسی ردالمحتار احسن کتاب الاشرار میں سیدی عارف باللہ عبدالحی نابیسی قدس سرہ القدسی سے ہے:

قد قالوا من قال لسلطان سماننا علماء نے فتنہ مایا جو ہمارے دور کے سلطان عادل کفر ہے

اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبہ میں اپنا نام نہ لانے پر ناراض ہوں گے یوں ہی اگر نام بے کلمات مدح و تعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجبِ افروختگی ہوگا اور فاسق کی مدح شرعاً حرام ہے، حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز له العرش <sup>۱</sup> مرواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغيبة والبویعلی فی مسنده و البیهقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک و ابی عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ مرضی اللہ تعالیٰ عنہما۔  
 جب فاسق مدح کیا جاتا ہے رب عز وجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے۔ اسے امام ابن ابی الدنیا نے ذم الغيبة، البویعلی نے مسند ابی ہریرۃ نے شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

خطبہ رجب کہ مجبوراً نہ اس میں مبتلا ہوئے ان بندگانِ خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علیحدہ بھی کر دیں کہ نفسِ عبادت اسی امر پر مشتعل ہے اور بالکل خطبے سے جذباتی بھی معلوم ہو کہ آتشِ فتنہ مشتعل نہ رہے اس

کے لئے اگر یوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکرِ سلاطین کر کے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسب تصریح کا فائدہ جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گویا سب الفاظ دفعۃً واحداً معاً صادر ہوئے۔

وعن هذا يقيم ارتباط الایجاب بالقبول  
اذا الحق في المجلس والا في الایجاب انما  
كان لفظاً صدر فعدم و القبول لم يوجد بعد  
واذا وجد لم يكن الایجاب موجوداً والموجود  
لا يرتبط بالمعدوم كما افاده في الهداية  
وغیرها۔

اور اس سے ایجاب کا قبول سے ربط تمام ہوگا بشرطیکہ وہ مجلس کے اندر ہی ہو ورنہ جب ایجاب لفظاً صادر ہوا اور ابھی تک قبول معرض وجود میں نہیں آیا اور جب وہ معرض وجود میں آیا تو ایجاب نہ تھا اور موجود کسی معدوم سے مرتبط نہیں ہو سکتا، ہر ایک وغیرہ میں ایسے ہی تحریر ہے (ت)

لہذا یہ تدبیر نکالی کہ اس ذکر کے لئے زیریں تک اتر آئیں اور بقدر امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے نیچے اترنا شرعاً اُس کے قطع ہی کے لئے معہود ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بہ نیت قطع، تبدل مجلس انفصال ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوت آیتِ سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے کو علماء نے تبدیل مجلس گنا ہے۔ اسی ردالمحتار میں ہے،

لعل وجهه ان الانتقال من غصن الى  
غصن والتسدية ونحو ذلك اعمال اجنبية  
كثيرة يختلف بها المجلس حكما كالکلام  
والاكل الكثير لما مر من ان المجلس  
او البيت يختلف حكما بمباشرة عمل  
يعد في العرف قطعاً لما قبله ولا شك ان  
هذه الافعال كذلك وان كانت في  
المسجد او البيت بل يختلف بها حقيقة  
لان المسجد مكان واحد حكماً وبهذه  
الافعال المشتملة على الانتقال يختلف

شاید وجہ یہ ہے کہ ایک شاخ سے دوسری شاخ  
کی طرف منتقل ہونا اور کپڑا بنانے کے لئے ستانا لگانا  
اعمال اجنبی اور کثیر ہیں جن کی وجہ سے مجلس حکماً مختلف  
ہو جاتی ہے جیسے کثیر کلام اور طعام سے مجلس بدل  
جاتی ہے جیسا کہ پیچھے گزرا کہ مجلس اور گھر، ہر ایسے  
کام سے حکماً تبدیل ہو جاتے ہیں جنہیں عرف میں  
ما قبل کام کو ختم کرنے والا کہا جاتا ہو اور ان افعال  
کے ایسا ہونے میں کوئی شک ہی نہیں اگرچہ یہ  
مسجد یا گھر میں سرزد ہوں بلکہ ان میں حقیقتاً تبدیلی  
آجائے گی کیونکہ مسجد حکماً ایک جگہ کی طرح ہوتی ہے

حقیقۃ بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمیؑ اور ان افعال جراتمقال پر مشتمل ہیں کی وجہ سے حکماً مختلف ہو جائے گی بخلاف کھانے کے، کیونکہ اس میں اختلاف سکنا ہوگا۔ (ت)

اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہوا اس مفسر کے دفعہ کو، اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لئے خطبہ قطع فرما کر نیچے اترنا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضہم کی بحث اصلاً متجزئہ تھی۔ تعرض نقل مذکور میں مدعی عدم جواز کے لئے کوئی عمل احتجاج نہیں، جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول و صعود سے یہی نیت کرے اور جب ذکر و مدح سلطان ترک نہ کر سکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں، اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ و مخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے، خصوصاً کذب و شتائے کو عبادت میں ملانا، تو اس کے لئے یہ نزول عذر نہیں ہو سکتا، اور جب مخالفات شرع سے پاک تو یہ نیت اظہار مراتب، جس طرح شیخ مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں ہے، نزول و صعود ایک وجہ موجب رکھتا ہے اس صورت میں اس پر تکمیل لازم نہیں، یاں عوام سے اندیشہ اعتقاد سنیت کے سبب علماء کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول و صعود بلکہ خود ذکر سلطان اعز اللہ نصرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب و مندوب ہے اور اس نیت کے لئے نزول و صعود میں بھی حرج نہیں، اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ و ارتکاب بدعت شنیعہ باطل مبین، پس اسحق بالقبول حکم مجیب ثانی ہے ہذا ملاحظہ فرمائی (یہ مجھ پر واضح ہوا ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔